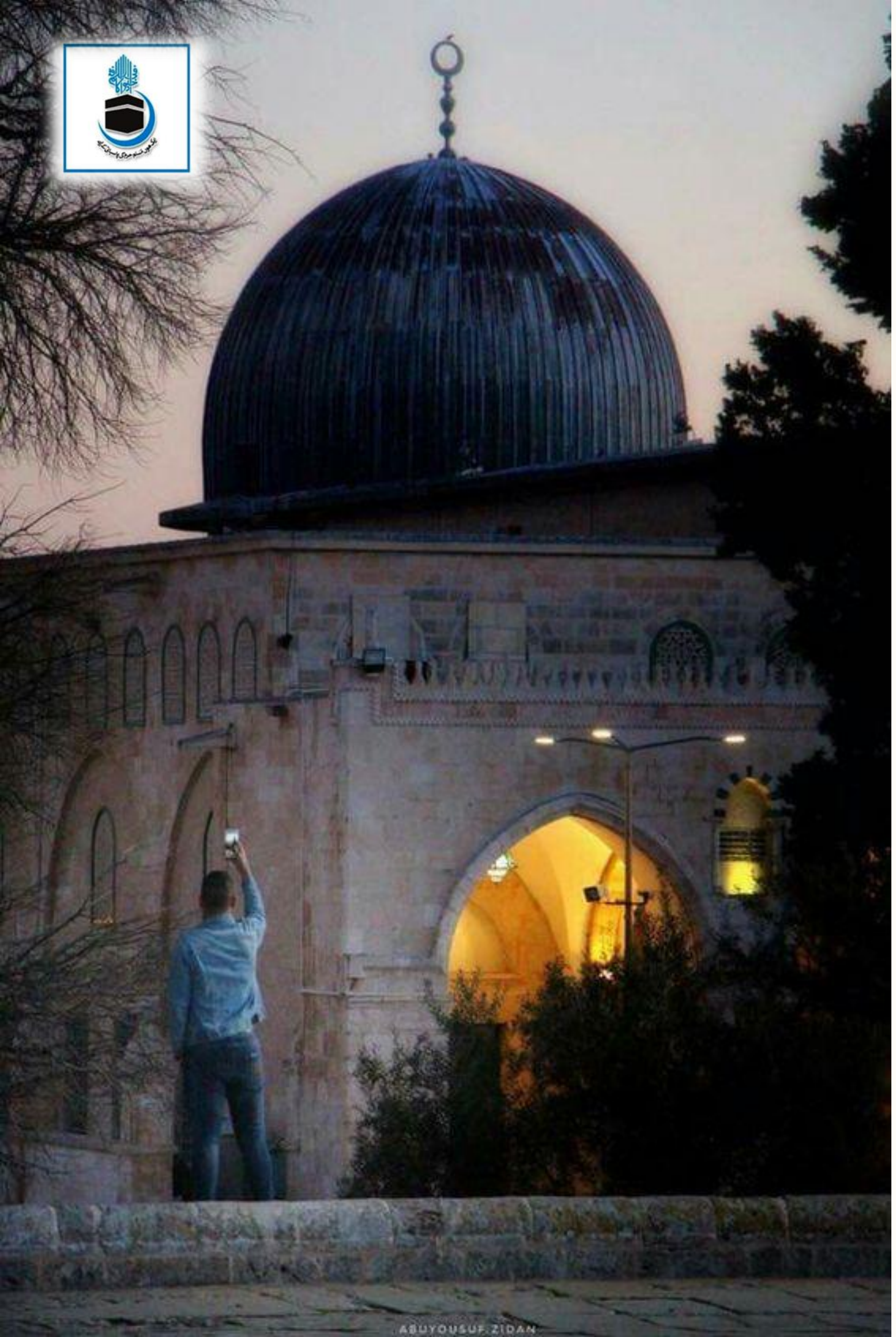

فلسطین۔۔انبیاء کی مبارک سرزمین

مشکبار تاریخ، پُر عزم جدوجہد

ڈاکٹر سمیحہ راحیل قاضی

کسی گھر پر ڈاکو قبضہ کرلیں تو مزاحمت اور واگزاری کی کوشش تمام اہل خانہ کا حق اور فرض ہوتا ہے۔لیکن فلسطین اور کشمیر پر یہ منطق مسلط کرنے کی کوشش کی جارہی ہے کہ وہ نہ صرف مزاحمت چھوڑ دیں، بلکہ دل سے تسلیم کرلیں کہ یہ گھر اب ڈاکوؤں کا ہوگیا ہے۔بعض نا خلف افراد خانہ کو گھر کا ایک آدھ کمرہ دے کر یاراہداری دے کر منا یا جارہا ہے کہ بس یہی پورا گھر ہے۔باقی سب غیر کی ملکیت ہے ڈاکوؤں اور ان کے سرپرست پورے کنبے میں سے صرف انھیں (باضمیر) افراد کو جینے کا حق دے رہے ہیں، باقی سب دہشت گرد ہیں اب انھی (باضمیروں) کو اپنے بھائی بندوں کے قتل عام پر لگایا جارہا ہے۔پوری دنیا اس عدل عالمی پر تحسین کی ڈونگرے برسا رہی ہے۔مظلوم گھرانے کے باقی تمام عزیز و اقارب سے بھی گردان شروع کروادی گئی ہے کہ ”جب گھر کے اصل مالکوں نے ڈاکوؤں کو تسلیم کرلیا ہے تو ہم کیوں نہ کریں“ انھیں تو یہ بھی یاد نہیں کہ معاملہ کسی عام گھر کا نہیں، محبوبِ کائنات ﷺ کی جائے امامت و معراج کا ہے جو خانہ خدا سے پہلے دنیا بھر میں پھیلی مسلم امت کا قبلہ تھا۔اسے مفاد کے چند بندوں کے رحم و کرم پر کیسے چھوڑا جا سکتا ہے؟

1. یہودی ابتداء نسل کشی Genocide کے مرتکب ہو کر فلسطین پر زبردستی قابض ہوئے تھے۔

2. شمالی فلسطین میں وہ صرف چار پانچ سو برس تک وہ آباد رہے۔

3. جنوبی فلسطین میں ان کے قیام کی مدت زیادہ آٹھ سو نو سو برس رہی۔

3. عرب شمالی فلسطین میں ڈھائی ہزار سال سے اور جنوبی فلسطین میں تقریبا دو ہزار سال سے آباد چلے آرہے ہیں۔

دو ہزار برس سے دنیا بھر کے یہودی ہفتے میں چار مرتبہ یہ دعائیں مانگتے رہے ہیں کہ بیت المقدس پھر ہمارے ہاتھ آئے اور ہم ہیکل سلمانی کو پھر تعمیر کریں۔ ہر یہودی گھر میں مذہبی تقریبات کے موقع پر اس تاریخ کا پورا ڈراما کھیلا جاتا رہا ہے کہ ہم مصر سے کس طرح نکلے اور فلسطین میں کس طرح آباد ہوئے اور کیسے کابل والے ہم کو لے گئے اور ہم کس طرح سے فلسطین سے نکالے گئے اور تتر بتر ہوئے اس طرح یہودیوں کے بچے بچے کے ذہن میں یہ بات بٹھائی جارہی ہے۔ کہ فلسطین تمھارا ہے اور تمہیں واپس ملنا ہے اور تمھارا مقصد زندگی یہ ہے کہ تم بیت المقدس میں ہیکل سلمانی کو پھر تعمیر کرو۔

ہیکل سلیمانی کے متعلق یہ بات تاریخ سے ثابت ہے کہ اسے ۷۰ عیسوی میں بالکل مسمار کردیا گیا تھا۔ حضرت عمر کے زمانے میں جب بیت المقدس فتح ہوا اس وقت یہاں یہودیوں کا کوئی معبد نہ تھا بلکہ کھنڈر پڑے ہوئے تھے اس لئے ''مسجد اقصیٰ'' اور ''قبہ صخرہ'' کی تعمیر کے بارے میں یہودی یہ الزام نہیں لگا سکتا کہ ان کے معبد کو توڑ کر مسلمانوں نے یہ مساجد بنائی تھی یہ بات بھی تاریخ سے ثابت ہے کہ رومیوں کے زمانے میں فلسطین یہودیوں سے خالی کرلیا گیا تھا اور بیت المقدس میں ان کا داخلہ بھی ممنوع تھا یہ مسلمانوں کی شرافت تھی کہ انھوں نے پھر وہاں رہنے اور بسنے کی اجازت دی۔

ممبئ سے اسرائیل حکومت کا ایک سرکاری بلیٹن News from Isreal شائع ہوتا ہے۔ اس کی یکم جولائی ۱۹۶۷ء کی اشاعت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دیوارِ گریہ پہلے ملبے اور کوڑے میں گری ہوئی تھی اور اس کا کوئی نشان تک لوگوں کو معلوم نہ تھا۔ ۱۶ ویں صدی عیسوی میں سلطان سلیم عثمانی کو اتفاقاً اس کے وجود کا علم ہوا اور اس نے اس جگہ کو صاف کر کے یہودیوں کو اس کی زیارت کی اجازت عطا کی۔ لیکن یہودی ایسی احسان فراموش قوم ہے کہ وہ مسلمانوں کی شرافت، فیاضی حسن سلوک کا بدلہ آج اس شکل میں ان کو دے رہی ہے۔

چنانچہ ۱۸۸۰ء سے مہاجرات کا سلسلہ شروع ہوااورزیادہ ترمشرقی یورپ سے یہودی خاندان وہاں منتقل ہونے لگے۔اس کے بعد مشہور یہودی لیڈر تھیوڈور ہر تزل نے ۱۸۹۷ میں صہیوانی تحریک Zionist Movement کا باقاعدہ آغاز کیا اور اس میں اس بات کو مقصود قرار دیا گیا کہ فلسطین پر دوبارہ قبضہ کیا جائے اور ہیکل سلمانی کی تعمیر کی جائے۔یہودی سرمایہ داروں نے اس غرض کے لیے بڑے پیمانے پر مالی امداد فراہم کی کہ فلسطین میں منتقل ہونے والے یہودی خاندان وہاں زمینیں خریدیں اور منظّم طریقے سے اپنی بستیاں بسائیں۔

پھر ۱۹۰۱ء میں ہرتزل نے سلطان عبدالحمید خاں (سلطان ترکی) کو باقاعدہ یہ پیغام بھجوایا کہ یہودی ترکی کے تمام قرض ادا کرنے کو تیار ہیں، آپ فلسطین کو یہودیوں کا قومی وطن بنانے کی اجازت دے دیں۔مگر عبدالحمید خان نے اس پیغام پر تھوک دیا اور صاف کہا کہ

''جب تک زندہ ہوں اور جب تک ترک سلطنت موجود ہے اس وقت تک اس کا کوئی امکان نہیں کہ فلسطین یہودیوں کے حوالے کیا جائے تمہاری ساری دولت پر میں تھوکتا ہوں''۔

لارڈ بالفور نے اپنے خط کے متعلق اپنی ڈائری میں یہ الفاظ لکھے تھے:

''ہمیں فلسطین کے متعلق کوئی فیصلہ کرتے ہوئے وہاں کے موجودہ باشندوں سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صیہونیت ہمارے لیے ان سات لاکھ عربوں کی خواہشات اور تعصّبات سے بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے جو اس قدیم سرزمین میں اس وقت آباد ہیں''

بالفوز کی ڈائری کے یہ الفاظ آج بھی برطانوی پالیسی کی دستاویزات (Documents of British Policy) کی جلد دوم میں ثبت ہیں۔

۱۸۸۰ء سے شروع ہو کر ۱۹۱۷ء تک اس مرحلے کی تکمیل میں ۳۷ سال صرف ہوئے۔ اس کے بعد اس منصوبے کا دوسرا دور شروع ہوا جس میں مجلسِ اقوام (League of Nations) اور اس کی اصل کارفرما دو بڑی طاقتوں، برطانیہ اور فرانس نے بالکل اس طرح کام کیا گویا وہ آزاد سلطنتیں نہیں ہیں بلکہ محض صہیونی تحریک کی ایجنٹ ہیں۔ ۱۹۲۲ء میں مجلسِ اقوام نے فیصلہ کیا کہ فلسطین کو انگریزوں کے انتداب (Mandate) میں دے دیا جائے۔ اس موقع پر فلسطین میں مردم شماری کرائی گئی تھی اس میں مسلمان عرب ۶۶۰۶۴۱، عیسائی عرب ۷۱۴۶۴ اور یہودی ۸۲۷۹۰ تھے، اور یہودیوں کی اتنی آبادی بھی اس وجہ سے تھی کہ وہ دھڑا دھڑ وہاں جا کر آباد ہو رہے تھے۔

اس طرح ۱۹۱۷ء سے ۱۹۴۷ء تک ۳۰ سال کے اندر یہودی منصوبہ کا دوسرا مرحلہ مکمل ہوا۔ جس میں وہ اس قابل ہوگئے کہ فلسطین کو یہودیوں کا ''قومی وطن'' بنانے کی بجائے فسطین میں ان کی ''قومی ریاست قائم کردیں''۔

نومبر ۱۹۴۷ء میں اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی نے فلسطین کو یہودیوں اور عربوں کے درمیان تقسیم کرنے کا فیصلہ صادر کردیا یہ فیصلہ ہوا کس طرح ؟ اس فیصلے کے حق میں ۳۳ ووٹ اور اس کے خلاف ۱۳ ووٹ تھے۔ دس ملکوں نے کوئی ووٹ نہیں دیا۔ یہ کم سے کم اکثریت جس سے جنرل اسمبلی میں کوئی ریزولوشن پاس ہوسکتا تھا چند روز پہلے تک اس تجویز کے حق میں اتنی اکثریت بھی نہ تھی صرف ۳۰ ملک اس حق میں تھے آخر کار امریکہ نے غیر معمولی دباؤ ڈال کر ہائٹی، فلپائن اور لائبریا کو مجبور کرکے اس کی تائید کروائی۔ یہ بات خود امریکہ کانگرس کے ریکارڈ پر موجود ہیں کہ یہ تین ووٹ زبردستی حاصل کیے گئے تھے اور جیمز فوریسٹال اپنی ڈائری میں لکھتا ہے کہ اس معاملہ میں دوسری قوموں پر دباؤ ڈالنے اور ان کو ووٹ دینے پر مجبور کرنے کے لیے جو طریقے استعمال کیے گئے وہ شرمناک کاروائی سکینڈل کی حد تک پہنچے ہوئے تھے۔

فلسطین کا ۵۵ فی صدی رقبہ ۳۳ فیصد یہودی آبادی کو، اور ۴۵ فی صدی رقبہ ۶۷ فی صدی عرب آبادی کو دیا گیا، حالانکہ اس وقت تک فلسطین کی زمین کا صرف ۶ فی صدی حصہ یہودیوں کے قبضے میں آیا تھا۔ یہ تھا اقوام متحدہ کا انصاف!! آرنلڈ ٹائن بی ان کے متعلق اپنی کتاب A Study Of History میں کہتا ہے کہ وہ کسی طرح بھی ان مظالم سے کم نہ تھے جو نازیوں نے خود یہودیوں پر کیے تھے۔ دیریاسین میں ۹ اپریل ۴۸ء کے قتلِ عام کا خاص طور پر اس نے ذکر کیا ہے۔ جس میں عرب عورتوں، بچوں اور مردوں کو بے دریغ موت کے گھاٹ اتارا گیا، عرب عورتوں اور لڑکیوں کا برہنہ جلوس سڑکوں پر نکالا گیا اور یہودی موٹروں پر لاؤڈ اسپیکر لگا کر جگہ جگہ یہ اعلان کرتے پھرے کہ، ہم نے دیریاسین کی عرب آبادی کے ساتھ یہ اور یہ کیا ہے، اگر تم نہیں چاہتے کہ تمہارے ساتھ بھی یہ ہی ہو تو یہاں سے نکل جاؤ۔

۱۴ مئی ۴۸ء کو عین اس وقت جبکہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی فلسطین کے مسئلے پر بحث کر رہی تھی، یہودی ایجنسی نے رات کے دس بجے اسرائیلی ریاست کے قیام کا باقاعدہ اعلان کر دیا، اور سب سے پہلے امریکہ اور روس نے آگے بڑھ کر اس کو تسلیم کیا، حالانکہ اس وقت تک اقوامِ متحدہ نے یہودیوں کو فلسطین میں اپنی قومی ریاست قائم کرنے کا مجاز نہ کیا تھا۔ اس اعلان کے وقت ۲ لاکھ سے زیادہ عرب گھر سے بے گھر کیے جا چکے تھے، اور اقوامِ متحدہ کی تجویز کے بلکل خلاف یروشلم (بیت المقدس) کے آدھے سے زیادہ حصے پر اسرائیل قبضہ کر چکا تھا۔

نومبر ۴۸ء میں اسرائیلی ریاست کا رقبہ ۷۹۹۳ مربع میل تھا۔ جون ۶۷ء کی جنگ میں اس کے اندر ۲۷ ہزار مربع میل کا اضافہ ہو گیا اور ۱۴، ۱۵ لاکھ عرب یہودیوں کے غلام بن گئے۔ ۱۹ برس کی مدت میں امریکہ نے اسرائیل کو ایک ارب ۶۰ کروڑ ڈالر کی مالی امداد دی۔ مغربی جرمنی سے اس کو ۸۲ کروڑ ۲۰ لاکھ ڈالر کا تاوان دلوایا گیا۔ اور دنیا بھر کے یہودیوں نے دو ارب ڈالر سے زیادہ چندے دے کر اس کی مالی پوزیشن مضبوط کی۔ جنگی حثیت سے اس کو ز فرق تا بقدم اس قدر مسلح کر دیا گیا کہ جون ۶۷ء کی جنگ سے پہلے ہی امریکی ماہرین کا یہ اندازہ تھا کہ وہ صرف چار پانچ دن کے اندر اپنے گرد وپیش کی تمام عرب ریاستوں کو پیٹ لے گا۔

انگریزوں کی اسرائیل نوازی کا حال یہ تھا کہ ان کا ایک طیارہ بردار بحری جہاز مالٹا میں اور دوسرا عدن میں ایک منٹ کے نوٹس پر اسرائیل کی مدد پر حرکت کرنے کو تیار کھڑا تھا۔ جنگ کے بعد لنڈن سنڈے ٹائمز نے ایک کتاب شائع کی جس کا نام The Holy War, June 67 ۔ اس کا جو باب بیت المقدس پر یہودی قبضے کے بیان میں اس کا عنوان رکھا گیا ہے، Back After 896 Years یعنی ۸۹۶ برس کے بعد واپسی۔ اب یہ ظاہر کہ ۸۹۶ سال پہلے بیت المقدس پر سے صلیبی عیسائیوں کا قبضہ اٹھا تھا نہ کہ یہودیوں کا۔ اس کے صاف معانی یہ ہیں کہ اسرائیل کے ساتھ انگریزوں کی ہمدردی میں صلیبی جذبہ کام کر رہا تھا اور اس لڑائی کو وہ صلیبی جنگوں ہی کا ایک حصہ سمجھتے تھے۔

اب درحقیقت جس چیز سے دنیائے اسلام کو سابقہ درپیش ہے وہ یہودیوں کا چوتھا اور آخری منصوبہ ہے جس کے لیے وہ دو ہزار سال سے بے تاب تھے اور جس کی خاطر وہ ۹۰ سال سے باقاعدہ ایک اسکیم کے مطابق کام کرتے رہے ہیں ۔اس منصوبے کے اہم ترین اجزا دو ہیں۔ایک یہ کہ "مسجدِ اقصیٰ" اور "قبۂ صخرہ" کو ڈھا کر ہیکل سلیمانی پھر سے تعمیر کیا جائے، کیونکہ اس کی تعمیر ان دونوں مقاماتِ مقدسہ کو ڈھائے بغیر نہیں ہو سکتی۔ دوسرا یہ کہ اس پورے علاقے پر قبضہ کیا جائے جسے اسرائیل اپنی میراث سمجھتا ہے۔

یہ میراث کا ملک کیا ہے؟اسرائیل کی پارلیمنٹ کی پیشانی پر یہ الفاظ کندہ ہیں،

اے اسرائیل، تیری سرحدیں نیل سے فرات تک ہیں۔

دنیا میں اسرائیل ہی صرف ایک ایسا ملک ہے جس نے کھلم کھلا دوسری قوموں کے ملک پر قبضہ کرنے کا ارادہ عین اپنی پارلیمنٹ کی عمارت پر ثبت کر رکھا ہے۔

ان میں دریائے نیل تک مصر، پورا اردن، پورا شام، پورا لبنان، عراق کا بڑا حصہ، ترکی کا جنوبی علاقہ، اور جگر تھام کر سنیے کہ مدینہ منورہ تک حجاز کا پورا بالائی علاقہ شامل ہے۔

۹ دسمبر ۱۹۸۷ء میں انتفاضہ تحریک شروع ہوئی، ۱۹۹۳ء تک یہ تحریک پوری طاقت کے ساتھ سرگرم رہی، اور انتفاضہ کے ساتھ ہی حماس کا قیام بھی عمل میں آیا، جس نے اپنے مئوسس اور انتفاضہ کے روح رواں شیخ احمد یاسین شہید کی قیادت میں بہت زیادہ عوامی مقبولیت حاصل کی۔ اس وقت تنہا حماس ہی اسرائیلی جارحیت کا مقابلہ کر رہا ہے، الفتح جو مزاحمت کے لیے قائم ہوئی، متعدد معاہدوں کی رو سے اسرائیل کی معاون ہوگئی ہے اور اکثر عرب حکومتوں کی تائید اسی کو حاصل ہے، غزہ کا حصار اور اسرائیلی حملہ کے دوران یہ بات کھل کر سامنے آگئی، عالم اسلام قضیہ فلسطین سے الگ ہوگیا ہے اور بعض حلقوں نے صرف عربوں کا قضیہ بنا دیا ہے جس کی وجہ سے فلسطین عالم اسلام کی تائید سے محروم ہو رہا ہے۔

۱۹۸۰ کے اواخر اور نوے کے اوائل میں عربی اور بین الاقوامی پیمانہ پر ایسی تبدیلیاں وجود میں آئیں جن سے فلسطینی اور عربی موقف میں کمزوری پیدا ہوئی، خاص طور پر ۲ اگست ۱۹۹۰ء میں کویت پر عراقی حملہ سے عربی قوت تتر بتر ہوگئی، نتیجہ خود عرب مما لک میں دشمنانہ ماحول قائم ہوا اور عراق کی فوجی قوت، عربی ذخائر اور درآمدات میں کمی آئی، عراقی حملہ اور اس کے نتیجہ میں ہونے والی خلیجی جنگ کے نتائج مسئلہ فلسطین کے حق میں بڑے اندوہناک ثابت ہوئے اور کویت کی مدد سے محروم ہوگیا۔

اس وقفہ میں امریکہ بھی سویت یونین کے زوال اور خصوصاً ۱۹۹۱ء کی خلیجی جنگ کے بعد دنیا کی سب سے بڑی قوت بن کر سامنے آیا، سرزمین فلسطین میں یہودیوں کے اثرورسوخ سے حالات مزید ابتر ہوتے گئے، بالآخر اکتوبر ۱۹۹۱ء میں میڈریڈ کی عرب ممالک کو کھینچ لانے میں امریکہ کامیاب ہوگیا، جس کے بعد براہ راست عرب اور اسرائیل مذکرات کے سلسلہ کا آغاز ہوا۔

۲ سال کے بعد دونوں فریقوں کے درمیان اوسلو معاہدہ کا اعلان کیا گیا، اور ۱۳ ستمبر ۱۹۹۳ء میں امریکی صدر بل کلنٹن، یاسر عرفات اور اسحق رابین کی موجودگی میں سرکاری طور پر دستخط کئے، فلسطینیوں کی جانب سے محمود عباس نے اور اسرائیل کی جانب سے اسرائیلی وزیر خارجہ شمعون پیرز نے دستخط کئے، روس اور امریکہ کے وزیر خارجہ نے بحیثیت مشاہد دستخط کئے، اس کے بعد مختلف معاہدہ ہوئے جس میں بنیادی طور پر صہیونی مفادات کا خیال رکھا گیا اور فلسطینی حکومت جو اوسلو معاہدہ کی بنیاد پر قائم ہوئی تھی وہ حساس مسائل کے حتمی فیصلہ تک پہنچنے میں ناکام رہی۔

پوری یورپی دنیا کھل کر اسرائیل کی تائید کرتی رہی، ۲۰۰۹ء میں غزہ پر اسرائیلی ناکہ بندی اور ہوائی حملوں کے دوران کھلے طور پر ہوا۔ ۲۷ اکتوبر ۱۹۹۴ء میں امریکی صدر بل کلنٹن نے اپنے اسرائیلی دورہ میں اسرئیل پارلیمنٹ میں یہ بیان دیا تھا کہ تمہارا زوال ہمارا زوال ہے، امریکا اب بھی تمہارے ساتھ ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔

مسجد اقصی

مسجد اقصی مسلمانوں کا قبلہ اول اور خانہ کعبہ اور مسجد نبوی کے بعد تیسرا مقدس ترین مقام ہے۔ مقامی مسلمان اسے المسجد الاقصیٰ یا الحرم القدسی الشریف کہتے ہیں۔ یہ مشرقی یروشلم میں واقع ہے جس پر اسرائیل کا قبضہ ہے۔ یہ یروشلم کی سب سے بڑی مسجد ہے جس میں 5 ہزار نمازیوں کی گنجائش ہے جبکہ مسجد کے صحن میں بھی ہزاروں افراد نماز ادا کر سکتے ہیں۔
2000ء میں الاقصیٰ انتفاضہ کے آغاز کے بعد سے یہاں غیر مسلموں کا داخلہ ممنوع ہے
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر معراج کے دوران مسجد حرام سے یہاں پہنچے تھے اور مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء کی نماز کی امامت کرنے کے بعد براق کے ذریعے سات آسمانوں کے سفر پر روانہ ہوئے۔

مسجد اقصیٰ مسلمانوں کا قبلۂ اول ہے اور معراج میں نماز کی فرضیت 16 سے 17 ماہ تک مسلمان مسجد اقصیٰ کی جانب رخ کر کے ہی نماز ادا کرتے تھے پھر تحویل قبلہ کا حکم آنے کے بعد مسلمانوں کا قبلہ خانہ کعبہ ہو گیا۔

مسلم تعمیرات

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں مسلمانوں نے بیت المقدس فتح کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شہر سے روانگی کے وقت صخرہ اور براق باندھنے کی جگہ کے قریب مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا جہاں انہوں نے اپنے ہمراہیوں سمیت نماز ادا کی تھی۔

یہی مسجد بعد میں مسجد اقصٰی کہلائی کیونکہ قرآن مجید کی سورہ بنی اسرائیل کے آغاز میں اس مقام کو مسجد اقصٰی کہا گیا ہے۔
اس دور میں بہت سے صحابہ نے تبلیغ اسلام اور اشاعت دین کی خاطر بیت المقدس میں اقامت اختیار کی خلیفہ عبد الملک بن مروان نے مسجد اقصٰی کی تعمیر شروع کرائی اور خلیفہ ولید بن عبد الملک نے اس کی تعمیر مکمل کی اور اس کی تزئین و آرائش کی۔

عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور نے بھی اس مسجد کی مرمت کرائی پہلی صلیبی جنگ کے بعد جب عیسائیوں کا بیت المقدس پر قبضہ ہو گیا تو انہوں نے مسجد اقصٰی میں بہت
رد و بدل کیا انہوں نے مسجد میں رہنے کے لیے کئی کمرے بنا لیے اور اس کا نام معبد سلیمان رکھا نیز متعدد دیگر عمارتوں کا اضافہ کیا جو بطور جائے ضرورت اور اناج کی کوٹھیوں کے استعمال ہوتی تھیں۔ انہوں نے مسجد کے اندر اور مسجد کے ساتھ ساتھ گرجا بھی بنا لیا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی نے 1187ء میں فتح بیت المقدس کے بعد مسجد اقصٰی کو عیسائیوں کے تمام نشانات سے پاک کیا اور محراب اور مسجد کو دوبارہ تعمیر کیا۔

مسجد اقصی اس ساری مسجد کا نام ہے جسے سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا اور بعض لوگ اس مصلی یعنی نماز پڑھنے کی جگہ کو جسے عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ نے اس کی اگلی جانب تعمیر کیا تھا اقصی کا نام دینے لگے ہیں، اس جگہ میں جسے عمر بن خطاب رضي اللہ تعالی عنہ نے تعمیر کیا تھا نماز پڑھنا باقی ساری مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

بیت المقدس کے فضائل قرآن وحدیث کی روشنی میں

بیت المقدس اوراس کے ارد گرد کا علاقہ جس میں شام اور اردن بھی شامل ہے بہت بڑی اہمیت کا حامل ہے، اللہ تعالی نے اس علاقے کو عظیم فضائل اور برکات سے نوازا ہے کیونکہ ارض بیت المقدس، شام، اور اردن وطن انبیاء اور مھبط وحی رہا ہے جس کے لاتعداد فضائل قرآن وحدیث میں وارد ہیں، اور بیت المقدس کی تاریخ بھی قدیم ترین ہے جیسا کہ

علامہ ابن حجر نے بخاری کی شرح فتح الباری میں " قیل" کے لفظ سے بیان کیا ہے کہ مسجد اقصی کی سب سے پہلی تعمیر آدم علیہ السلام نے کی، اور کچھ مؤرخین نے لکھا ہے کہ

یعقوب علیہ السلام نے بھی مسجد اقصی کی تعمیر میں حصہ لیا، اور کچھ روایات میں ہے داؤد علیہ السلام نے تعمیر شروع کی اور سلیمان علیہ السلام نے اسکی تکمیل کی۔

فتح الباری: 6/409

بیت المقدس کے فضائل قرآن میں بہت زیادہ ہیں اللہ سبحانہ وتعالی نے قرآن مجید میں اسے مبارک قرار دیا ہے فرمان باری تعالی ہے

"سُبْحَانَ الَّذِيْ أسْرَى بعَبْدِه لَيْلاً مِنَ المَسْجِدِ الْحَرَامِ إلَي الْمَسْجِدِ الأقْصَى الذِيْ بَارَكْنَا حَوْلَه لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا "

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصی تک لے گیا جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی، اس لیے کہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں۔ الاسراء (1) ۔

قدس ہی وہ شہر اور علاقہ ہے جو مسجد کے ارد گرد ہے تو اس لحاظ سے وہ بابرکت ہوا۔

اور اللہ تعالی ابراھیم علیہ السلام کے قصہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

"ونَجَّيْنَاهُ وَلُوْطًا إِلَى الأَرْضِ الَّتِيْ بَارَكْنَا فِيْهَا "سوره الا نبیاء آیت 71

ترجمہ: اور ہم نے ابراھیم اور لوط علیہما السلام کو اس سرزمین کی طرف نجات عطا فرمائی جس میں ہم نے جہاں والوں کے لئے برکت رکھی تھی۔

تو مبارک زمین یہی قدس کی زمین ہے کیونکہ یہ مسکن انبیاء ہے، اس زمین میں اللہ تعالی نے برکت ڈال دی ہے کہ سرسبز و شاداب، اور زرخیز ہے۔

دوسری جگہ ارشاد باری ہے:

"وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بأمْرِه إِلَى الأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيْهَا وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْئٍ عَالِمِيْن " "سوره الا نبیاء آیت81

ترجمہ: اور ہم نے سلیمان کیلئے ہوا کو مسخر بنایا ہوا تھا، جو اس کے حکم سے اس کے تخت کو مبارک زمین کی طرف لے جاتی تھی، اور ہمیں ہر چیز کا علم ہے۔

تو سلیمان علیہ السلام کی نبوت کا مرکز بھی بیت المقدس تھا۔

اور قوم سبأ کے قصے میں اللہ تعالی فرماتے ہیں:

وجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيْهَا قُرَى ظَاهِرةً وقَدَّرْنا فِيها السَّيْرَ سِيْرُوْا فيْها لَيَالِيَ وأَيَّامًا آمِنِيْنَ " "سوره سبا آیت 18

اور ہم نے ان کے اور مبارک گاؤں کے درمیان کچھ دوسرے گاؤں بنائے تھے، اور ان کیلئے سفر کو آسان بنا دیا تھا، اور ہم نے ان کو کہا کہ اب امن سے دن رات سفر کرو۔ تو اس سے مراد شام کے گاؤں ہیں جس میں بیت المقدس بھی شامل ہے۔

اور حضرت مریم اور عیسی علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالی فرماتے ہیں :
"وَجَعَلْنَا ابنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا إِلَى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنَ "(سوره المؤمنون - 50)

ہم نے مریم اور اس کے بیٹے (عیسی علیہ السلام) کو لوگوں کیلیئے اللہ کی نشانی بنادیا تھا، اور ان کو ہم نے سکون اور میٹھے چشموں کی جگہ ٹھرایا تھا۔
اکثر مفسرین کا خیال ہے کہ اس سے مراد دمشق اور شام ہے جس میں بیت المقدس بھی شامل ہے۔

اسی علاقہ کو اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام کی زبان سے مقدس کا وصف دیا، ارشاد باری تعالی ہے:
"يَا قَوْمِ ادْخُلُوْا الأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللهُ لَكُمْ"
ترجمہ: اے میری قوم اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ تعالی نے تمہارے نام لکھ دی ہے۔ المائدۃ (21)
اور بھی اس قسم کی بہت ساری آیات موجود ہیں جس میں بیت المقدس کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

اور احادیث میں بھی بیت المقدس کے فضائل بیان شدہ ہیں :
ابو ذر رضي الله تعالى عنه بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ کیا مسجد نبوی افضل ہے یا کہ بیت المقدس؟ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: میری مسجد میں وہاں (بیت المقدس) کی چار نمازوں سے افضل اور وہ نمازی بھی بہت ہی اچھا ہے، ایک وقت آئے گا کہ کسی آدمی کے پاس اس کے گھوڑے کی رسی جتنی زمین کا ٹکڑا ہو گا جہاں سے اسے بیت المقدس نظر آئے گا، تو یہ اس کے لیے ساری دنیا سے بہتر ہو گی۔ مستدرک الحاکم (4 / 509)

اور وہ ایسی پاکیزہ سرزمین ہے جہاں دجال بھی داخل نہیں ہوسکتا، جیسا کہ حدیث میں فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

دجال حرم اور بیت المقدس کے علاوہ باقی ساری زمین میں گھومے گا) مسند احمد (19665)

عیسی علیہ السلام دجال کو اسی علاقے کے قریب قتل کریں گے جیسا کہ حدیث نبوی میں فرمان نبوی ہے:

نواس بن سمعان رضي الله تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عیسی بن مریم علیہ السلام دجال کو باب لدؔ میں قتل کریں گے۔ مسلم (2937) ۔

لدؔ بیت المقدس کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔

اور بیت المقدس وہی جگہ ہے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کیلئے مسجد حرام سے مسجد اقصی لے جایا گیا جس کا تذکرہ اوپر پہلی آیت میں ہو چکا ہے۔

یہ مسلمانوں کا قبلہ اول ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث میں ہے:

براء رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سولہ یا سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نماز پڑھی ۔۔۔ رواہ البخاري ومسلم۔

- بیت المقدس ان مساجد میں سے ہے جن کی طرف سفر کرنا جائز ہے:

ابو ھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
تین مساجد کے علاوہ کسی اور کی طرف سفر نہیں کیا جاسکتا، مسجد حرام، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، اور مسجد اقصی (صحیح بخاری)
اور ایک لمبی حدیث میں جسے ابو ھریرہ رضي اللہ تعالی عنہ نے راویت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی مسجد میں سب انبیاء علیہم السلام کی ایک نماز میں امامت کرائی۔ حدیث کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں
فَحَانَتِ الصَّلاةُ فَأَمَّمْتُهُمْ نماز کا وقت آیا تو میں نے ان کی امامت کرائی۔ صحیح مسلم (172)

سنن ابي داود, حديث نمبر 457, باب: مساجد میں چراغ جلانے کا بیان۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آزاد کردہ لونڈی میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: اللہ کے رسول! آپ بیت المقدس کے سلسلے میں ہمیں حکم دیجئیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم وہاں جاؤ اور اس میں نماز پڑھو“، اس زمانے میں ان شہروں میں لڑائی پھیلی ہوئی تھی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر تم وہاں نہ جا سکو اور نماز نہ پڑھ سکو تو تیل ہی بھیج دو کہ اس کی قندیلوں میں جلایا جا سکے“۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اللہ تعالی ہم سب کو بیت المقدس کی بار بار زیارت اور اس میں عبادت نصیب فرمائے۔ آمین

ڈاکٹر محمد نوح القدۃ۔اردن کی پارلیمنٹ میں تقریر

اللہ کا کہنا ہے کہ

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۖ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءُوْا وُجُوْهَكُمْ
وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا (7)

اگر تم نے بھلائی کی تو اپنے ہی لیے کی، اور اگر برائی کی تو وہ بھی اپنے ہی لیے کی، پھر جب دوسرا وعدہ آیا تا کہ تمہارے چہروں پر رسوائی پھیر دیں اور مسجد میں گھس جائیں جس طرح پہلی بار گھس گئے تھے اور جس چیز پر قابو پائیں اس کا ستیاناس کر دیں۔

ٹرمپ کا کہنا ہے کہ ’’بیت المقدس (یہودیوں) کا ہے۔‘‘

اللہ کے رسول کا کہنا ہے کہ ’’میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر غالب رہے گا اور ان کا دشمن ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ صحابی نے عرض کیا ’’یا رسول ﷺ وہ لوگ کہاں ہونگے ؟؟‘‘ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ’’بیت المقدس میں اور بیت المقدس کے ارد گرد ہونگے‘‘

ٹرمپ کا کہنا ہے کہ ہماری فوج نے اس مہم کو پورا کرنے کی صبح شام کوشش کی۔

اللہ کے رسول ﷺ کا کہنا ہے کہ اگر دنیا کے ختم ہونے میں صرف ایک دن کی مہلت باقی رہے تو اللہ تعالیٰ اس ایک دن کو اتنا طویل کر دیں گے کہ یہاں تک کہ اس اُمت کا آخری فرد دجال کو قتل نہ کر دے۔ پوچھا گیا کہ یا رسول ﷺ وہ لوگ کہاں ہونگے ؟ ؟ حضور ﷺ نے فرمایا تم لوگ نہر اردن کے مشرق میں ہونگے اور وہ اس کے مغرب میں ہونگے۔ یہاں تک کہا اگر کوئی یہودی کسی درخت یا پتھر کے پیچھے چھپے گا تو درخت یا پتھر کہے گا" اے مسلمان اے اللہ کے بندے! یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے آ جاؤ اس کو قتل کر دو۔

ٹرمپ کا کہنا ہے فلسطین کے لوگوں کی مصلحت کے لیے جو کام ہم کر رہے ہیں ان کے لیے ضروری ہے کہ ہمارے کیے ہوئے کام کو قبول کرے۔

اللہ کا کہنا ہے کہ ''اور (اے پیغمبر) جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل ہوئے ہیں انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا بلکہ وہ زندہ ہیں انہیں اپنے رب کے پاس رزق ملتا ہے'' یا تو ٹرمپ اور اس کے ہم خیال لوگوں کی باتیں ہمیں ماردیں گی یا پھر ہمیں اللہ تعالیٰ کا کلام ہمیں زندہ رکھے گا۔ ہم اس وقت فیصلہ کن موڑ پر کھڑے ہیں اور ہم مسلمان ایسی امت ہیں کہ اگر ہم اپنے رب کی کتاب میں جو آیا ہے اس پر عمل نہ کریں تو ہماری کوئی حیثیت نہیں کیونکہ وہ لوگ (یہودی) عقیدے کی جنگ لڑ رہے ہیں جو ان کی کتاب (تورات) میں لکھا ہوا ہے جس کو وہ پڑھتے ہیں اور اس کے مطابق کام کررہے ہیں آج ہم کمزور ہیں اور ہمارے کمزوری ہمارے لیے عیب نہیں اور قبضے میں ہونا بھی ہمارے لیے عیب نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تلک الایام نداولھا بین الناس

''ہم یہ دن لوگوں میں باری باری بدلتے رہتے ہیں''۔

ٹرمپ کا کہنا ہے کہ جو جنگ عربوں نے شروع کی ہوئی ہے اسرائیل کے ساتھ عربوں کو چاہیے کہ اب وہ معافی مانگیں۔

اوراسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ’’اللہ کی شان یہ نہیں کہ وہ مومنوں کو اس حال میں چھوڑ دے جس پر آج کل تم ہو‘‘یعنی اپنے غلبے اور قوت اور شان وشوکت کے اعتبار سے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ناپاک کو پاک سے الگ نہ کردیں۔تو لہذا کوئی ایسی بات ہے جو ہم ان سے کہیں تو میں ان سے یہ کہنا چاہوں گا کہ ٹرمپ تمہاری مہربانی! کہ آپ نے تو ہم پر حقائق کھول دیے! کہ آپ نے ہر ایک کو اس کی شخصیت اور اس کے دل ودماغ کے سامنے لاکھڑا کردیا بیشک بیت المقدس جنگ کی جگہ نہیں بلکہ امتِ مسلمہ کے شعائر میں سے ہے بلکہ امت مسلمہ کے شعائر میں سے ہے ہمیں شکست خوردہ نہیں ہونا اس کے بارے میں ہمیں ۲ باتیں سمجھنے کی ضرورت ہے۔۔۔

پہلی بات: ہمیں مایوس نہیں ہونا پس تحقیق ہماری تاریخ میں یہ گزرا ہے کہ جب تاتاری بغداد میں داخل ہوئے اور ہم پر غالب ہوگئے لیکن نظریے کے اعتبار سے ہمیں مغلوب نہیں ہونا چاہیے اور مسلمانوں کے خلیفہ کو قیدی بنایا گیا اور ان کو گندگی کے تھیلوں میں ڈال دیا گیا۔اور ان کو آگ میں ڈالا تاکہ وہ جل کر غرق ہو کر اندھے ہو کر مرجائیں لیکن جمعہ میں خطیب حضرات کہتے تھے کہ

’’ قسطنطنیہ ضرور آزاد ہوگا ‘‘

اور کہتے تھے کہ قسطنطنیہ کا لشکر بہترین لشکر ہے اور بہترین امیر قسطنطنیہ کا ہے۔اور اس وقت کی سرگوشیوں میں کہا جاتا تھا کہ یہ خطیب حضرات کس طرح سے بیوقوفوں والی باتیں کرتے ہیں اور پھر کیا ہوا اللہ کی بات سچ ثابت ہوئی اور تاتاری جھوٹے ثابت ہوئے۔اور آج کے دن بھی ہم کہتے ہیں کہ فتح ہماری ہوگی اور ٹرمپ اور ان کے ہم خیال جھوٹے ہیں۔

دوسری بات: ہمیں ضرورت جنگ کی نہیں ''نظریاتی وعقائدی'' منصوبہ سازی کی ہے آج ہم کمزور ہیں اور ہماری کمزوری ہمارے لیے عیب نہیں اور لیکن ہمیں اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم اپنی آنے والی نسلوں کے لیے نظریاتی وعقائدی منصوبہ بنائیں اور ان کو ایک ہی بات بتائیں فلسطین عربوں کا ہے اس کے سمندر سے ے کر اس کی نہر تک اور عامیہ (عام زبان) میں کہا جاتا ہے؟ وہ قرض کبھی ضائع نہیں ہوتا جس کا مطالبہ کرنے والا اس کے پیچھے موجود ہو۔اس کے شمال سے لے کر اس کے جنوب تک فلسطین عربوں کا ہے اس کے سمندر سے لے کر اس کی نہر تک اور اس کے شمال سے لے کر جنوب تک فلسطین عربوں کا ہے۔

خودکلامی۔۔۔زبیر منصوری

ڈھونڈتا رہا کہ پوری جنگ کے دوران مجھے کہیں حماس روتی ہوئی نظر آئے۔۔یہ کہتی نظر آئے کہ دنیا والو دیکھو ہمیں مار گئے ہم بے بس لوگ بے چارے غریب مسکین بھوکے پریشان ڈھونڈتا رہا کہ کہیں مجھے ان کی لیڈر شپ کے پر عزم روشن خوبصورت چہرے پژمردہ پریشان اور ہارے ہوئے دکھائی دیں ڈھونڈتا رہا کہ کہیں وہ ہاتھ جوڑ کر جنگ بندی کی اپیلیں کرتے نظر آئیں نہیں ملے، کہیں نہیں ملے،
مجھے ہمیشہ شیخ احمد یاسین کے یہ تربیت یافتہ بچے حوصلے عزم اللہ پر بھروسہ اس کے زندہ معجزے قرآن سے یقین اور حوصلہ کشید کرتے ملے انہوں نے زہانت سے غزہ کی ٹوٹی عمارتوں شہادتوں روتے بچوں سب کچھ کو ایک ""برانڈ"" بنا دیا کسی لسانی مذہبی عربی عجمی تفریق کے بغیر ایران ہو یا ترکی سب سے مدلل استاد رائد افضل کے بقول مغرب میں پلی بڑھی مرعوبیت سے پاک نوجوان مسلم نسل کو اپنا ایمبیسیڈر بنا دیا، مغربی عوام کو ان کی زبان ان کی اصطلاحات ان کے انداز میں اپنی پشت پر کھڑا کر لیا انہوں نے رونے دھونے کے بجائے اس مسئلے کو موقعہ بنا لیا ایک طرف دشمن کی سب سے بڑی کمزوری موت کے خوف کو استعمال کیا اور دوسری طرف اپنی لاشوں اور مظلومیت کو اپنی نہیں ""انسانیت کی موت"" بنا کر عام مغربی انسان کو اسرائیل کے مدمقابل کھڑا کر دیا انہوں نے سوچا ہمارے پاس لاشیں ہی تو ہیں وافر مقدار میں پھر انہیں کو کیوں نہ اس مارکیٹ اکانومی کے دور میں ""بیچ"" دیا جائے۔

اور پھر جیسے ہی جنگ بند ہوئی وہ نقصان دکھانے اور مارے گئے تباہ ہو گئے لٹ گئے کی دہائیاں دینے
کے بجائے فتح کامیابی جیت عزم حوصلہ کے نعروں کے ساتھ باہر نکلے مسجدیں بھر گئیں فائر ورک
شروع ہو گیا اور پورا امپیکٹ یہ بنا دیا کہ ''
بیٹا اسرائیل ہمیں کبھی ہلکا مت لینا اوقات میں رہنا ایمان ہو یا عقل جدوجہد ہو یا اسٹریٹجی خبر کا
میزائل ہو یا بارود کا میزائل تم ہمیں کہیں مرعوب نہیں پاوگے'' حماس کے کالی داڑھیوں والو تم
جیسے جوانوں کو اللہ اب امت کے پیروں کا استاد کر دے۔۔ اور امت کی ماوں بچوں کے دودھ اور گھٹی
میں اپنی تاریخ سے عزم کامیابیاں حوصلہ اور یقین لے کر گھول دو کیونکہ ہر وقت محض شکست ناکامی
مظلومیت کا ذکر قوموں کے لئے زہر ہوتا ہے

میں، میں اور صِرف میں

محمد عبدالشکور

غزہ(فلسطین) کے معصوم بچوں کے خدّوخال پر ایک بار پھر خون کا غازہ مل دیا گیا ہے۔ اتنی وحشیانہ بمباری ہوئی ہے کہ مشرق و مغرب کی بے حِس روحیں بھی تڑپ اُٹھی ہیں۔
مسلم معاشروں میں ردِ عمل کا ہونا اگرچہ بہت فطری تھا، مگر وہ محض جذباتی اور خود ملامتی ہی رہا۔ بس یہی زیرِ بحث رہا کہ ساتوان مسلمان ملکوں کی فوجیں کہاں ہیں اور وہ فلسطینیوں کی مدد کو کیوں نہیں پہنچیں؟
یہ ایٹم بم آخر کس کام آئے گا؟ اگر یہ مسلمانوں کی حفاظت بھی نہیں کر سکتا۔
مالدار عرب ملک امریکہ اور یورپ کا معاشی بائیکاٹ کیوں نہیں کرتے؟ تاکہ انہیں اپنی معاشی طاقت سے جھکا سکیں۔
- ڈیڑھ ارب مسلمان بے غیرت کیوں ہو گئے ہیں؟ ہمارے حُکمران اتنے ذلیل و خوار کیوں ہیں؟

ہماری ساری اُنگلیاں اکثر دوسروں کی طرف اُٹھتی ہیں، اپنی طرف مگر کبھی کم ہی کوئی انگلی اُٹھتی نظر آئے گی۔
آج مگر مجھے دوسروں کی نہیں، اپنی غیرت و حمیت کا اندازہ لگانا ہے۔

عصر حاضر میں 'وطنیت' کی بنیادیں اتنی گہری کردی گئی ہیں کہ دنیا بھر کے مسلمانوں نے اپنے فلسطینی بھائیوں کی کچھ مدد کرنی چاہی تو بھی نہیں کرسکے_ اس موقع پر انھوں نے ان کے حق میں دعائیں کی ہیں اور زبان و قلم اور سوشل میڈیا کے ذریعے ان کے حق میں آواز بلند کی ہے_ مسلم ممالک کچھ کر سکتے تھے، لیکن وہ بھی مذمّتی قرار دادوں سے آگے نہیں بڑھ سکے، لیکن غزہ کے مجاہدوں نے اپنے خون کا نذرانہ پیش کرکے امّت کی لاج رکھ لی ہے_ اللہ تعالیٰ ان کی قربانیوں کو قبول فرمائے_ ان کی جدّوجہد سے ثابت ہوگیا کہ فتح و کامرانی صرف زبانی جمع خرچ سے نہیں حاصل ہوسکتی، بلکہ اس کے لیے قربانیاں ناگزیر ہیں_ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: " اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا میں بتاؤں تم کو وہ تجارت جو تمہیں عذابِ الیم سے بچادے؟ ایمان لاؤ اللہ اور اُس کے رسُول پر اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے۔ یہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔ اللہ تمہارے گناہ معاف کردے گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور ابدی قیام کی جنّتوں میں بہترین گھر تمہیں عطا فرمائے گا۔ یہ ہے بڑی کامیابی ۔اور وہ دُوسری چیز جو تم چاہتے ہو وہ بھی تمہیں دے گا، اللہ کی طرف سے نصرت اور قریب ہی میں حاصل ہو جانے والی فتح۔ اے نبیؐ! اہل ایمان کو اِس کی بشارت دے دو

میں کہ تیل کی دولت سے مالامال کسی ملک کا بادشاہ نہیں جو امریکہ و اسرائیل کا تجارتی بائیکاٹ کر سکوں۔
میں کہ کسی طاقتور ملک کا فوجی سربراہ بھی نہیں کہ فلسطین میں فوجیں اُتار کر دشمن کو بھاگنے پر مجبور کر سکوں۔
میں کہ کسی جمہوری ملک کا وزیراعظم بھی نہیں کہ اسلامک سمٹ بلا کر ڈپلومیسی سے دشمن کو زِیر کر پاؤں۔
میں کہ ایک تنہا روح مگر
مسلم معاشرے کا باحوصلہ، بیدار اور دھڑکتا دِل ہوں، خاموش اور بے حمیت کیسے رہ سکتا ہوں؟

میں، میں اور میں مل کر غزہ کے معصوم بچوں کے تباہ شدہ سکول کی دیواریں اور چھت تو دوبارہ کھڑی کر سکتا ہوں۔
میں، میں اور میں سے مل کر ملبے تلے دبے، زخموں سے چُور لوگوں کو ہسپتال پہنچانے کے لئے ایک ایمبولنس تو فراہم کر سکتا ہوں۔
میں، میں اور میں مل کر ایک اُجڑے گھر کو چھت اور چار دیواری کی تعمیر کا مٹیریل تو فراہم کر سکتا ہوں۔
اور میں، میں اور میں مل کر غزہ کے یتیم چند بچوں کی کفالت کی ذمہ داری تو لے سکتا ہوں۔

میں، میرے بھائی اور بہنیں یہ بات ٹھیک طرح سمجھ لیں کہ میرے جذباتی ہونے اور ماتم کرنے سے کچھ بھی نہیں بدل سکتا۔ میں جو اور جتنا کچھ ہوں اور جو کر سکتا ہوں، مجھے آج ہی اس کا آغاز کر دینا چاہیئے۔ میرا رب میرے ارادوں اور میرے وسائل کو جانتا بھی ہے اور اُنہیں دیکھ بھی رہا ہے۔ وہ مجھ سے فقط انہی وسائل اور صلاحیتوں کا حساب لے گا۔

آج مجھے دوسروں کی نہیں صرف اور صرف اپنی غیرت کا اندازہ لگانا ہے۔

پھر غزہ کے خال وخد پہ خون کا غازہ لگا
اور ''میں'' چُپ ہوں؟ مری غیرت کا اندازہ لگا

فلسطین لہو رنگ سرزمین

افشاں نوید

وہ معصوم بچوں کی لہو رنگ تصاویر، ملبہ عمارات،
جوانوں کے لاشے، جو ہم ایک دوسرے کو فارورڈ کر کے اپنے ایمانوں کی تجدید کرتے رہے۔۔ کیا ان کا اتنا ہی حق تھا ہم پر کہ۔۔۔
ان کے لیے فنڈنگ کر کے مطمئن ہو جائیں۔
سڑک پر آکر اپنے کلمہ گو ہونے کا ثبوت دے کر بیٹھ جائیں۔
یا اس سے آگے اقصیٰ کا کوئی اور قرض بھی ہے ہم پر۔۔

ایسا نہیں کہ اسرائیل کی کامیابی کی وجہ محض ان کے ہتھیار اور وسائل ہیں۔
وہ دنیا کی ذہین ترین قوم ہیں۔
ان کی آبادی ہمارے کراچی شہر کی نصف بھی نہیں۔ دنیا کے نقشہ پر وہ بلبل کے آنسو سے بھی کم حجم رکھتے ہیں مگر۔۔۔
اپنے تعلیمی اداروں میں پڑھائے جانے والے تمام علوم عبرانی زبان میں منتقل کر چکے ہیں۔
ان کا بچہ بچہ اپنی تاریخ سے واقف ہے۔ ہیکل سلمانی کی لوریاں مائیں دوران حمل انکو سناتی ہیں۔ پھر اس کے خواب انکو گھٹی میں پلاتی ہیں۔
ہمارے بچوں کو ارض فلسطین کی تاریخ کے بارے میں کچھ پتہ ہے ؟؟

ہماری یونیورسٹیوں کے طالب علم صلیبی جنگوں کے بارے میں کتنا جانتے ہیں، سوال کر کے دیکھ لیں۔
ہماری ضعیفی کی وجہ ہماری معاشی پسماندگی نہیں ہے۔
وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنی تاریخ سے ناتا توڑ لیا ہے۔
ناقدین کہتے ہیں ہماری تاریخ ایک رومانوی داستان ہے۔
ہم ماضی کو بھول کر مستقبل کی بات کریں۔
سو، ہم نے تاریخ بھلا دی۔
ہمارے بچوں کو تو سقوط ڈھاکہ کے بارے میں علم نہیں۔
پاکستان کے تعلیمی اداروں کا سروے کر لیں۔
کتنے بچے تاریخ پڑھنا پسند کرتے ہیں؟
ہم یونیورسٹی میں تھے تو جنرل ہسٹری اور اسلامک ہسٹری پڑھنے والوں کے بارے میں یہی رائے عام ہوتی تھی کہ جن کو کہیں داخلہ نہیں ملتا وہ ان شعبوں میں آجاتے ہیں۔
زندہ قومیں اپنی تاریخ کو اسلاف کی میراث کی طرح سینے سے لگا کر رکھتی ہیں۔
مجھے حیرت ہوتی ہے ہمارے بچے امریکہ میں ہسٹری اختیاری مضمون کے طور پر پڑھنا پسند کرتے ہیں۔
ہماری امریکہ میں مقیم ایک عزیزہ بولیں "میں نے انگلش لینگویج کورس میں داخلہ لیا۔

ہمارے بچے کیا جانیں کہ ہزار برس قبل علم کے " امام "ہم تھے۔
جس کو علم سیکھنا ہوتا تھا وہ پہلے عربی زبان سیکھتا تھا۔
جیسے آج کی نسل اعلیٰ تعلیم کے لیے امریکہ و یورپ جاتی ہے اس وقت یورپ کے لوگ اندلس آیا کرتے تھے۔
تہذیب تمدن, صفائی ستھرائی کے لیے ہمارے شہر ایک عالم میں مثال تھے۔
ہماری تاریخ ایک روشن تاریخ ہے۔
اپنے آباء کا ذکر ہمارے لہو کو گرم رکھتا ہے۔
قرآن نے اہل عرب کو کہا کہ حج کے ایام میں جیسے فخر سے اپنے اسلاف کا ذکر کرتے تھے اب اللہ کو یاد کرو۔
لوگ کیوں آباء کے کارناموں کو فخر سے یاد کرتے تھے !!!
اہل عرب تو اپنے گھوڑوں تک کے شجرۂ نسب اپنے بچوں کو یاد کراتے تھے۔
زندہ قوموں کے زندہ اطوار ہوتے ہیں۔

بنی اسرائیل کا ذکر یونہی تو قرآن میں اتنی شدت سے نہیں کیا گیا کہ انکے ماضی سے سبق سیکھیں۔
مسجد اقصیٰ، سرزمین فلسطین ہماری عزیمتوں کی داستان ہے۔
جیسے ارطغرل رگوں میں لہو دوڑا دیتا ہے یہی مسلمانوں کا ماضی ہے۔
اپنے بچوں کو اپنے روشن ماضی سے جوڑیں تب وہ مستقبل کی پیش بینی کے قابل ہونگے۔

*!حماس کے بانی رہنما شیخ احمد یاسین رحمہ اللہ کے انٹرویو سے اقتباس

احمد منصور: 1948ء میں اسرائیل کا قیام ہوا اور اب اسے 50 سال ہو چکے ہیں، آپ اس کے مستقبل کو کیسے دیکھتے ہیں؟
شیخ احمد یاسینؒ: میں سمجھتا ہوں اسرائیل ظلم و غصب پر قائم ہوا، اور جو بھی چیز ظلم و غصب پر قائم ہوتی ہے اس نے بالآخر برباد ہو کر رہنا ہے۔

احمد منصور: اور اگر اس کے پاس اتنی قوت موجود ہو کہ وہ باقی رہ سکے پھر؟
شیخ احمد یاسینؒ: قوت اور طاقت ہمیشہ رہنے والی نہیں، اس دنیا میں ہمیشہ کسی کے پاس بھی طاقت نہیں رہی۔ بچہ شروع میں چھوٹا ہوتا ہے، پھر لڑکپن، جوانی، ادھیڑ عمری۔۔۔ بس پھر بوڑھا ہو جاتا ہے! یہی معاملہ ممالک اور سلطنتوں کا ہے، ان کی بھی عمر ہوتی ہے، بچپن سے آگے اور آگے سے آگے۔
آخر ایک دن ختم

احمد منصور: اسرائیل اس وقت کس مرحلے میں ہے؟
شیخ احمد یاسینؒ: میرے مطابق اسرائیل ان شاءاللہ اگلی صدی کے ربع اول میں خاتمے کے مراحل میں ہو گا، اور زیادہ صراحت کے ساتھ کہیں تو 2027ء تک اسرائیل موجود نہیں ہو گا۔ یہ 1999ء کا انٹرویو ہے

احمد منصور: یہی تاریخ کیوں؟
شیخ احمد یاسینؒ: کیوں کہ میرا ایمان قرآن پر ہے اور قران ہمیں بتاتا ہے کہ 40 سال میں نئی نسل سامنے آ جاتی ہے۔ پہلے 40 سال میں ہم محض ذلت و رسوائی میں تھے، دوسرے 40 سال میں ہم انتفاضہ، بیداری، مقابلہ، قتال اور بموں کے دور میں ہیں، تیسرے 40 ویں میں ان شاءاللہ استبداد کا خاتمہ ہو جائے گا۔

احمد منصور: کیسے اندازہ لگایا جا سکتا؟
شیخ احمد یاسینؒ: یہ قرآنی راہنمائی ہے۔

احمد منصور: قرانی راہنمائی؟

شیخ احمد یاسینؒ: دیکھیں ہمارے رب نے بنی اسرائیل پر وادی سیناء میں 40 سال تک کیوں پابندی لگائی؟ تاکہ فسادزدہ مریض نسل تبدیل ہو جائے اور قتال کرنے والی نسل آجائے۔ ہماری پہلی نسل بھی ایسی رہی، اس کے بعد پتھر اٹھانے اور بم چلانے والی نسل سامنے آئی اور اب اس کے بعد آنے والی نسل آزادی کی نسل ہو گی۔ ان شاءاللہ تعالیٰ۔

احمد منصور: شیخ احمد یاسین! آپ مستقبل کو کیسے دیکھتے ہیں؟

شیخ احمد یاسینؒ: ہمارا راستہ دشوار ہے اور قربانی و صبر چاہتا ہے لیکن ان شاءاللہ مستقبل ہمارا ہے جو ہر صورت آنے والا ہے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور وہ کبھی بھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

احمد منصور: عوام پر چھائی ہوئی مایوسی کے باوجود بھی آپ سمجھتے ہیں کہ ایسا ہی ہوگا؟
شیخ احمد یاسینؒ: جو لوگ قافلے کے راہنما نہیں ان کی مایوسی کی اہمیت نہیں ہوتی۔ اگر قیادت مایوس نہ ہو اور راستے پر پُرعزم رہے تو راستے چلنے والوں کے لیے ہمیشہ کھلے ہوتے ہیں، میں نے جو قرآن سے راہنمائی لی وہ مدینہ میں نازل ہونے والی اس آیت سے ہے: *"ما ظننتم ان یخرجوا"*
ان (مسلمانوں) کا خیال تھا کہ کفار (اپنے قلعوں سے) سے نہیں نکلیں گے۔" یعنی مسلمان یہ گمان کرتے تھے کہ وہ کفار پر قابو پانے کی طاقت نہیں رکھتے
"وظنوا انهم مانعتهم حصونهم من الله"
اور وہ (کفار) گمان کرتے تھے کہ ان کے قلعے اللہ کو ان تک آنے سے روک دیں گے۔" آج بھی صورت حال ایسی ہی ہے۔ ظالم ریاستیں مسلمانوں پر حملہ آور ہیں۔ یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ مسلمان اقصیٰ کو آزاد کروانے کی قدرت رکھتے ہیں لیکن مسلمان اپنے حال، مستقبل اور طاقت وامکانات کے بارے میں یقین سے خالی ہیں! دوسری طرف کفار کو مکمل یقین ہے کہ دنیا میں سب سے بڑھ کر اسلحہ ہمارے پاس ہے ایسے میں کون ہم پر فتح پائے گا؟ انہیں اپنی طاقت کا پورا یقین ہے اور ہم اپنی کمزوری سے ڈرتے ہیں۔۔۔
لیکن اللہ کا ارادہ غالب ہو کر رہنے والا ہے !

احمد منصور: آخر میں یہ فرمائیں کہ آپ زندگی کو کس نگاہ سے دیکھتے ہیں اور کون سے اہداف ہیں جن کی آپ کو اپنی زندگی میں پورے ہونے کی تمنا ہے؟

شیخ احمد یاسینؒ: واللہ آپ خوب جانتے ہیں کہ میں ایک ایسا انسان ہوں جو اپنی زندگی جی چکا۔اِس بندے کی صرف ایک تمنا ہے! صرف ایک خواہش کہ اللہ اِس سے راضی ہو جائے۔اُس مالک کی رضا اُس کی اطاعت میں مضمر ہے اور اُس کے کلمے کی سربلندی اور زمین کو دشمنانِ خدا کے فساد سے پاک کرنے کے لیے جہاد اُس کی اطاعت ہے! ہدف یہی ہے کہ مسلم سرزمین قبضے سے پاک ہو جائے اور اس پر اسلامی نظام قائم ہو جائے۔یہی وہ تمنا ہے جس کے لیے میں کوشاں ہوں اور میری آرزو ہے کہ یہی جدوجہد کرتے ہوئے میں اللہ سے جاملوں! اگر زندگی میں ہی ہدف حاصل ہو گیا تو یہ اس کا فضل واحسان ہو گا اور اگر اس سے پہلے موت آگئی تو قافلہ سوئے منزل رواں دواں ہے اور۔۔۔منزل واضح ہے!

*** واللہ غالب علیٰ امرہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون ***

میرے استاد شیخ احمد یاسین کے بیٹو!

بھلا تمہارے جذبوں کو بھی کبھی اسرائیل شکست دے سکے گا؟

شیخ کے بیٹو !

تمہیں استاد نے فٹبال کے میدانوں سے لیا تھا اور تمہارے سینوں کو امید آزادی یقین اللہ و رسول کی محبت اور اسرائیل سے شدید نفرت کی آگ سے بھر دیا تھا اب بھلا کوئی اس آگ کو بجھا سکے گا؟

شیخ کے بیٹو!

حافظو! قاریو! انجینیروں پی ایچ ڈی ڈاکٹرو! تم نے تو عیسی ع کی فوج کا ہراول دستہ بننا ہے اللہ نے تم سے اپنے خاکے میں رنگ بھروانا ہے تمہارے گرم تازہ توانا لہو کا رنگ! وہ بھلا تمہیں کیسے تنہا چھوڑے گا؟

شیخ کی عزیز بیٹیو !

تمہارے اس جذبہ کو بھلا یہ گولیاں گولے فائرنگ شہادتیں شکست دے سکتی ہیں جو تم کہتی ہو کہ ہم زیادہ بچے پیدا ہی اسی لئے کرتی ہیں کہ تحریک کو تازہ خون مل سکے

شیخ کے بیٹو !

شیروں اور چیتوں کی نسلیں نایاب ہو جاتی ہیں مگر بھلا کبھی اللہ کے نام پر روز ذبح ہونے والے بکروں اور گائیوں کی نسل معدوم ہوتے دیکھی ہے؟ پھر اللہ کے نام پر اللہ کے گھر کی حفاظت کرنے والے اللہ کے نعرے بلند کرنے والے اس کی راہ میں سینہ تان کے گولیاں کھانے والے نوجوان ختم ہو جائیں گے۔۔؟

شیخ کے بیٹو اور بیٹیو !

تم جیو ہزاروں سال، تم جیو گے، تم جیتو گے، اور تم کیوں نہ جیتو کہ ہار اور جیت عطا کرنے والا رب ہی تمہارا ہے۔۔ ان شا اللہ

#خودکلامی_زبیرمنصوری

مکہ کے دانشور بھی تب کہتے تھے یہ در یتیم بھلا کیا کر لے گا؟
آج کے دانشور بھی کہتے ہیں فلسطینی کیا کر لیں گے

مطمئن رہیں جانیں وہ پہلے بھی دے رہے تھے آئندہ بھی دیتے رہیں گے ان کے لئے کوئی نئی بات نہیں ،اسرائیل پہلے بھی انہیں مار رہا ہے مزید مار لے گا ان کے پاس بچانے کو ویسے بچا ہی کیا ہے؟
آپ کو کلمہ خیر کی توفیق نہین ہوئی خیر ہے انہیں بھی آپ سے کوئی خاص امید نہیں۔۔!

#خانہ_بدوش

کل ایک صاحب آصف محمود بھائی کے کالم پر تجزیہ کر رہے تھے کہ انھوں نے ایک ترک مہمان عبداللہ جہات کے حوالے سے ایک خیالی کہانی لکھی ہے فلسطینی قوم اس کے برعکس ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ایک تو یہ خیالی کہانی نہیں کیونکہ جس پروگرام کا آصف بھائی نے حوالہ دیا اس میں ترجمانی کے فرائض میں خود انجام دے رہا تھا اور عبداللہ جہات جو بیان کر رہے تھے، یہ پہلی بار میرے کانوں نے نہیں سنا بلکہ ترکی میں دس سالہ قیام کے دوران اس سے ملتی جلتی باتیں سنتا رہا ہوں۔ ترکی سے جو لوگ عمرے کے لیے جاتے ہیں، اکثر کے پیکج میں بیت المقدس کی زیارت بھی شامل ہوتی ہے جہاں سے واپسی پر زائرین ایسے واقعات سناتے رہتے ہیں۔ ایک کولیگ نے عمرے سے واپسی پر بتایا تھا کہ میں بیت المقدس کے سامنے ایک بوسیدہ دکان جو تقریباً خالی تھی اس میں بیٹھے معمر فلسطینی میاں بیوی کے پاس گئی ان سے گپ شپ ہوئی وہ بہت خوش ہوئے اور مجھے عربی قہوہ پیش کیا۔ میں نے پوچھا یہ دکان تو خالی ہے اور بوسیدہ بھی آپ لوگ اس سے کیا کماتے ہیں دونوں نے بہ یک زبان کہا کہ ہم تجارت کے لیے نہیں بلکہ بیت المقدس کی پہرہ داری کے لیے بیٹھے ہیں کیونکہ اسرائیلی قانون کے مطابق ہمیں این او سی نہیں دی جا رہی کہ ہم اس دکان کو گرا کر نئی دکان تعمیر کریں۔ چند ایک مہینے پہلے میاں اسلم کے الفلاح حال میں "مسئلہ فلسطین" پر ایک سیمینار کے دوران مجھے عربی سے اردو ترجمانی کا فریضہ دیا گیا تو دونوں فلسطینی مہمانوں نے بھی یہی بات اپنی تقریروں میں کہی تھی۔ کہ جو مکان گر جاتا ہے تو دوبارہ تعمیر کے لیے این او سی نہیں دی جاتی۔ اس کولیگ نے کہا کہ میں نے نکلتے وقت کچھ پیسے پیش کیے تو دونوں میاں بیوی رونے لگے اور مجھے پیسے واپس کر دیے کہ بیٹی ہمیں کچھ نہ دیں بس آیا کریں فلسطین کے گلی کوچوں میں آپ لوگوں کی موجودگی ہمیں حوصلہ دیتی ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ مسجد اقصیٰ میں افطاری کے وقت کچھ خواتین سے تعارف ہوا ایک ماں اور جوان بیٹیاں تھیں۔ مجھے اپنے ساتھ گھر لے جانے پر بضد تھیں، میں نے جب حامی بھر لی تو ان کی خوشی دیدنی تھی گھر گئے تو ایک خستہ حال دو کمروں پر محیط ایک صاف ستھرا مکان تھا ہم برآمدے میں بیٹھ گئے تو مسجد اقصیٰ کا گنبد ہمارے سامنے تھا خاتون خانہ نے بتایا کہ اسرائیلی کئی بار آئے کہ آپ منہ بولے دام بتائیں، ہم ادا کریں گے۔ ایک بیٹا ہے جو اردن میں پڑھتا ہے، کہتے تھے کہ ان کو اور بیٹیوں کو نوکری بھی دیں گے اور جہاں آپ چاہیں آپکو گھر دیں گے اور اگر یہاں رکنا نہیں چاہتی تو جس ملک میں آپکو فیملی کے ساتھ رہنا ہو نیشنیلٹی سے لے کر ذریعہ معاش کی ذمہ داری ہماری ہے، لیکن میں نے گھر فروخت کرنے سے انکار کیا یہاں میرے پاس دو وقت کی روٹی بھی نہیں لیکن مسجد اقصیٰ کی پہرہ داری کے لیے یہاں بیٹھی ہوں۔ کیوں کہ اسرائیلی صہیونی حکومت مسجد اقصیٰ کے ارد گرد مکانات کو خالی کر کے اس طرح مسجد اقصیٰ پر مکمل کنٹرول چاہتے ہیں۔ وہ کہتی ہیں جب میں نکل رہی تھی تو ان کی بھی یہی التجا تھی کہ ہمیں اکیلا مت چھوڑیے مال اور جان کی قربانیاں ہم نے دی ہیں اور دیں گے بھی بس آپ یوں ہی آیا کریں ہمارا حوصلہ بڑھاتے رہیں۔

عالم خان------------11/10/2023

اتنے ناداں بھی نہیں جاں سے گزرنے والے فلسطینی سرزمین پر 1948 میں برطانیہ اور دیگر یورپی ممالک کی سرپرستی میں صہیونی ملیشیا کا قبضہ کروایا گیا اور لاکھوں نہتے فلسطینی گھرانوں کو زبردستی اپنی سرزمین سے بے دخل کیا گیا۔ان واقعات کو فلسطینی "نکبہ" یعنی آفت کا نام دیتے ھیں۔دنیا بھر میں بسنے والے کل ڈیڑھ کروڑ اور تاریخی فلسطین کی سرزمین پر رھنے والے 75 لاکھ فلسطینیوں کے لئے نکبہ کا یہ عمل گذشتہ 75 برس سے جاری ھے۔نکبہ آج تک ختم نہیں ھوا۔ھر سال نئی صہیونی نو آبادیاں تعمیر کی جاتی ھیں۔ فلسطینی گھرانوں کو، جن میں بچے، بوڑھے اور خواتین شامل ھوتی ھیں، اسرائیلی فوج کی نگرانی میں ان کے گھروں سے زبردستی نکالا جاتا ھے۔ بچے اور خواتین دھائی دیتے ھیں لیکن ان کی فریاد سننے والا کوئی نہیں ھوتا۔کوئی اقوام متحدہ، کوئی مہذب دنیا کا ملک، کوئی عرب یا مسلمان حکمران، کوئی ھمارا فیس بک کا دانشور، کوئی بھی نہیں۔بلڈوزران کے گھروں کو مسمار کر جاتے ھیں، بچے اپنے گھر کے ملبے پر بیٹھ کر چیختے رھتے ھیں۔کچھ عرصے بعد وھاں نو آبادکاروں کی نئی کالونیاں تعمیر ھو جاتی ھیں یہ لوگ ھمیشہ مسلح رھتے ھیں۔ایک فلسطینی بوڑھے کو علاج کے لئے شہر میں ھسپتال جانا کسی عذاب سے کم نہیں ھوتا۔اسرائیل ایک نسل پرست ملک ھے۔یہاں کسی فلسطینی کو برابر کے شہری حقوق حاصل نہیں ھیں۔گاڑیوں کی نمبر پلیٹیں الگ الگ رنگ کی ھوتی ھیں۔اسرائیلی شہری جو راستہ آدھ گھنٹہ میں طے کر لیتے ھیں، ایک فلسطینی دس گھنٹوں کے ذلت آمیز انتظار کے بعد طے کرتا ھے۔ تسلسل کے ساتھ روزانہ کی بنیاد پر فلسطینی قتل ھوتے ھیں لیکن دنیا کے کانوں پر جوں بھی نہیں رینگتی۔ان کی خواتین کی مردوں کے سامنے توھین کی جاتی ھے اور وہ صرف خون کے آنسو پی جاتے ھیں۔آج جو دانشورا نہیں فیس بک پر مشورے دے ھیں، وہ ایک ماہ جا کر ان کے ساتھ گزار کر آئیں، پھر ھمیں بتائیں۔غزہ کے اندر کیمپوں کے اندر گذشتہ 75 برس سے رھنے والوں میں سے بیشتر وہ ھیں جن کے آباواجداد کو 1948 میں ان کے گھروں سے نکال کر بے دخل کیا گیا تھا۔اس وقت سے ھر روز وہ ایک نئے نکبہ سے دوچار ھوتے ھیں۔صرف حالیہ سال کے پہلے 9 ماہ میں اڑھائی سو سے زائد فلسطینیوں کو شہید کیا گیا ھے۔آپ لوگوں کو ھمدردی کے دو بول کہنے کی توفیق نہیں ھوتی، ان کے احساسات کی توھین تو نہ کریں۔ان کے پاس یہی احساسات ھی تو ھیں۔

اُذِنَ لِلَّذِیۡنَ یُقٰتَلُوۡنَ بِاَنَّہُمۡ ظُلِمُوۡا ؕ وَ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصۡرِہِمۡ لَقَدِیۡرُ. (الحج) جن لوگوں سے (ناحق) قتال کیا جاتا ہے ان کو (جہاد کی) اجازت دے دی گئی ہے، کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے، بیشک اللہ انکی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے۔(الحج)

(آصف لقمان قاضی)

آرام دہ بستروں پر لیٹے لوگ خوف سے تھر تھر کانپ رہے ہیں اور جو اپنی جان ہتھیلی پر لیے پھر رہے ہیں، وہ اِس دانشوری سے بے نیاز ہیں۔ بدر کے میدان سے آج تک تاریخ کا دھارا ایسے ہی بہادروں نے بدلا ہے اور بزدلوں نے ایسے ہی تبصرے کیے ہیں۔ برسوں سے محصور بیس لاکھ انسانوں کے پاس اور راستہ ہی کیا ہے؟ نصیحتیں کرنے والے اُنھیں ویسے بھی فراموش کر چُکے تھے۔ **ڈاکٹر انس فرحان قاضی**

کل کا حماس کا اقدام بہت سے خطرات کی بھی نشاندہی کر رہا ہے مگر مجھے تو ایک نئی انتفاضہ کا ظہور بھی نظر آ رہا ہے - اس اقدام سے دنیا میں اور بلخصوص مسلمانوں میں دو واضع کیمپ نظر آنے شروع ہوں گے - ایک وہ جو کہیں گے کہ فضائے بدر پیدا کر ، پھر انشاءاللہ اللہ اپنا وعدہ بھی پورا کرے گا ان تنصر واللہ ینصر کم دوسرا وہ کیمپ جو مصلحتوں اور حکومتوں کی پالیسیوں اور اگر مگر اور تیل دیکھو، تیل کی دھار دیکھو والی پالیسی پر چلے گا - سوچتی ہوں کہ امام عالی مقام رض بھی اگر میرے زمانے میں کربلا کی قربانیاں پیش کرتے تو ہم انکے بارے میں بھی یہی رائے پیش کرتے جو آج فلسطینیوں کے بارے پیش کر رہے ہیں -
ڈاکٹر سمیحہ راحیل قاضی

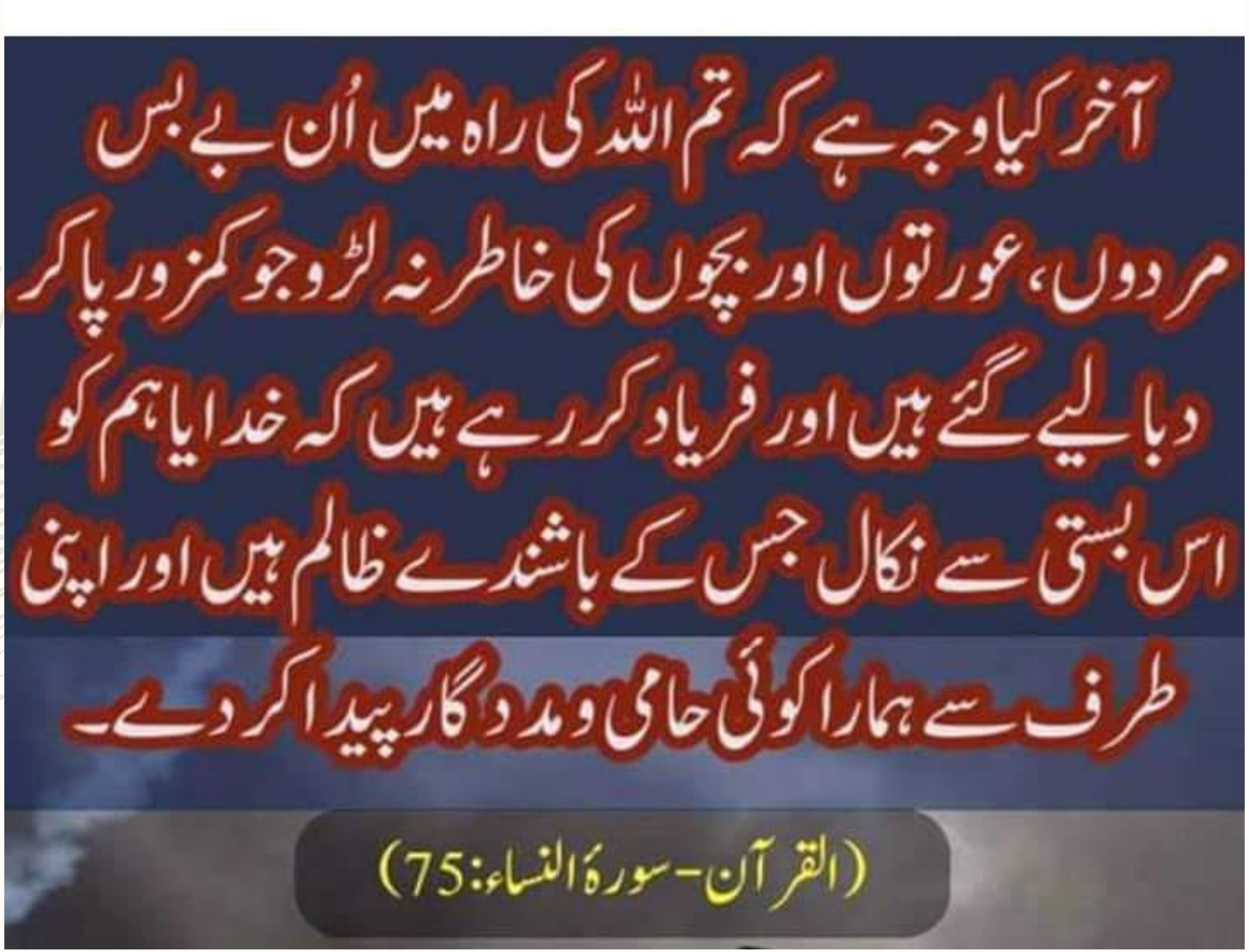
آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اُن بے بس
مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو کمزور پاکر
دبا لیے گئے ہیں اور فریاد کررہے ہیں کہ خدایا ہم کو
اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی
طرف سے ہمارا کوئی حامی و مددگار پیدا کردے۔
(القرآن-سورۃ النساء:75)

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِىْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ
بَعْدِهٖ ۗ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (سورہ آل عمران160)

اگراللہ تمہاری مدد کرے گا تو تم پر کوئی غالب نہ ہو سکے گا،اور اگر اس نے مدد چھوڑ دی تو پھر ایسا کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کر سکے،اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

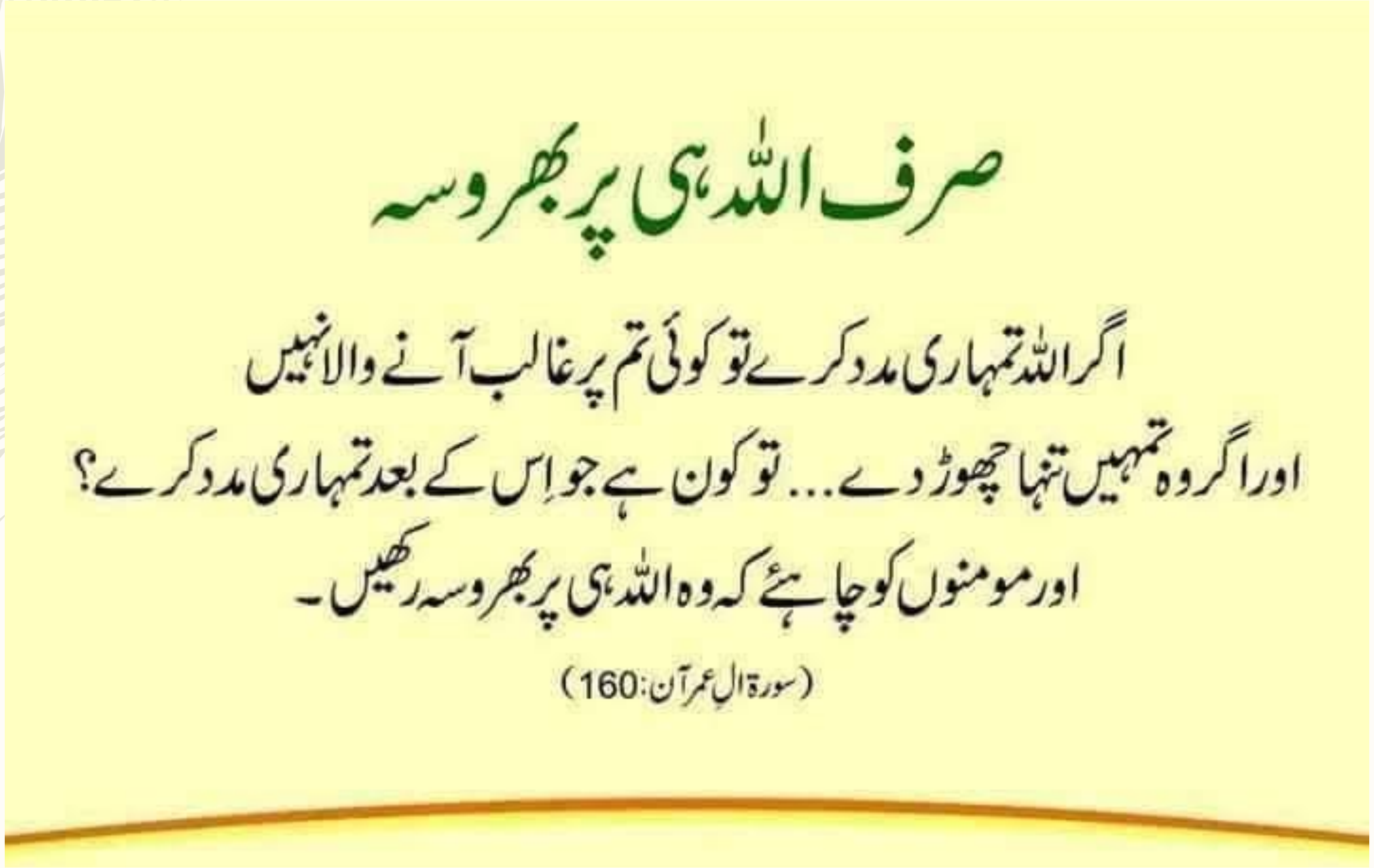

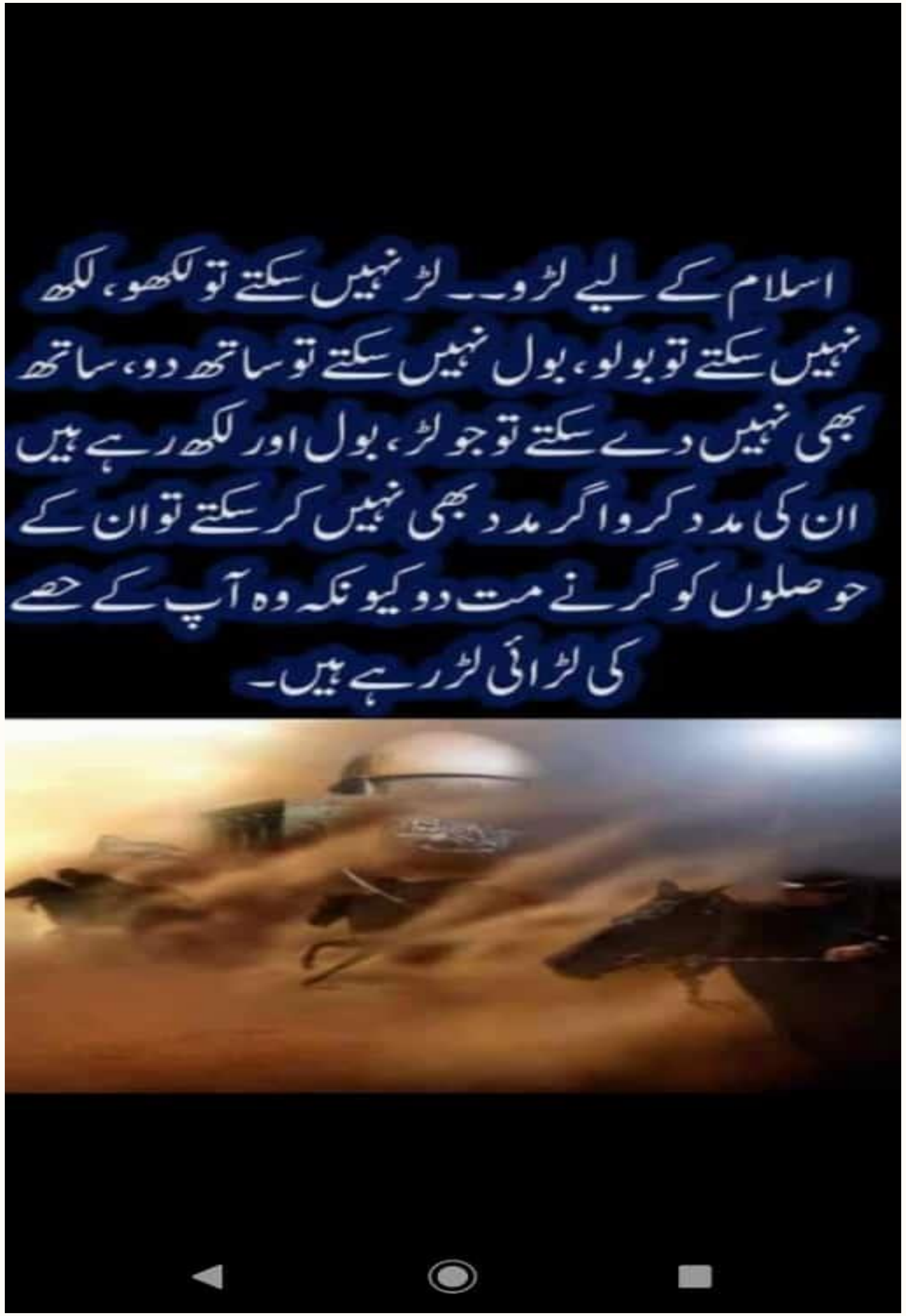
اسلام کے لیے لڑو۔۔ لڑ نہیں سکتے تو لکھو، لکھ
نہیں سکتے تو بولو، بول نہیں سکتے تو ساتھ دو، ساتھ
بھی نہیں دے سکتے تو جو لڑ، بول اور لکھ رہے ہیں
ان کی مدد کرو اگر مدد بھی نہیں کر سکتے تو ان کے
حوصلوں کو گرنے مت دو کیونکہ وہ آپ کے حصے
کی لڑائی لڑ رہے ہیں۔

اگر تم دل گرفتہ ہو کہ
تم کو ہار جانا ہے
تو پھر تم ہار جاؤ گے
اگر خاطر شکستہ ہو کہ تم
کچھ کر نہیں سکتے تو
یقیناً کر نہ پاؤ گے
یقین سے عاری ہو کر
منزلوں کی سمت چلنے
سے کبھی منزل نہیں ملتی
کبھی کنکر کے جتنے حوصلے
والوں سے بھاری سل نہیں ہلتی
زمانے میں ہمیشہ کامیابی
ان کے حصے میں ہی آتی ہے

جو اول دن سے اپنے ساتھ
عزم مصمم لے کر چلتے ہیں
کہ جنکے دل میں عزم و حوصلہ
اک ساتھ پلتے ہیں
اگر تم چاہتے ہو کامیاب و کامراں ہونا
تو بس رخت سفر میں
تم یقین و عزم کی مشعل جلا رکھنا
سفر دشوار تر ہو تب بھی
ہمت و حوصلہ رکھنا
سفر آغاز جب کرنا
تو بس سمجھ لینا کہ جہاں میں
کامیابی کی یقین والوں سے یاری ہے
اگر تم بھی یقین رکھو تو پھر منزل تمہاری ہے